جناب عباد اللہ فاروقی

خلافتِ عثمانؓ اور مدینہ کا سیاسی انقلاب

(۱)

تاریخی پس منظر

صدیق اکبرؓ نے اپنی مرض الموت میں حضرت عمرؓ کو بمشورہ اہل الرائے اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد فرمایا۔ اس انتخاب پر اکثر صحابہ کا اتفاق تھا۔ اگرچہ بعض طبائع کو حضرت عمرؓ کا انتخاب ناگوار گزرا۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ انہیں اپنے انتخاب کا خیال تھا یا عمرؓ کی سخت گیری سے ڈرتے تھے مگر صدیق اکبر نے یہ انتخاب بجز مشورہ اہل حل و عقد نہیں کیا۔ بلکہ جن لوگوں کو اس پر اعتراض تھا انہیں بھی راضی کر لیا گیا تھا۔

غرض صدیق اکبرؓ کا منصب خلافت کے لیے عمرؓ کا منتخب کرنا اس امر پر مبنی تھا کہ آپ کو عمرؓ کی حقیقت حال سے پوری واقفیت تھی آپ کو یقین تھا کہ عمرؓ فتنہ و فساد کی روک تھام کرنے کے لیے کفایت کر سکیں گے[۱] لہذا یہ خیال قطعاً ساقط الاعتبار ہے۔ کہ صدیق اکبر کا یہ انتخاب کسی جانب داری یا رعایت پر مبنی تھا۔ یا اس میں کوئی اور غرض مضمر تھی۔ چنانچہ حافظ عزالدین جزری اسد الغابہ میں بروایت سوید لکھتے ہیں کہ:۔

سوید حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے پاس گئے اور بتایا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو

---

[۱] صدیق اکبر اپنے آخری خطبہ میں فرماتے ہیں "اس منصب عظیم کا اہل تم میں سے وہ شخص ہونا چاہیے جو سب سے زیادہ صاحب قدرت اور سب سے بڑھ کر اپنے نفس پر غالب اور بحالت شدت سب سے بڑھ کر شدت برتنے والا اور اصابت رائے کا سب سے بڑا عالم جو غیر مقصود امور میں اپنے آپ کو نہ لگائے اور پیش آمدہ امور سے نہ گھبرائے اور غیر سے علم حاصل کرنے میں شرم نہ کرے اور غور و فکر میں عاجز نہ ہوا ور حدود امور میں نہ تو تجاوز کرے اور نہ تقصیر اور مستقبل کا ہر وقت نگران ہو۔ ان اوصاف کا شخص تم میں سے صرف عمرؓ بن خطاب ہے"

ابوبکرا ور عمر کو ایسے الفاظ میں یاد نہیں کرتے جن کے وہ اہل تھے۔ اس پر حضرت علیؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔

حتّٰی حضرته الوفاة فرأی ان عمر اقوی علیها ولو کانت محاباة لاثر بها ولده ۱؎

یعنی جب صدّیق اکبرؓ کی وفات کا وقت آگیا تو آپ نے خیال کیا عمرؓ بار خلافت اٹھانے کے لیے سب سے زیادہ قوی شخص ہیں اور اگر صدیق اکبر کا انتخاب کسی جانبداری پر مبنی ہوتا تو وہ اپنے بیٹے کو اس منصب کے لیے نامزد فرماتے۔"

چونکہ اہل اسلام کو حضرت ابوبکرؓ کی نیک نیتی اور حضرت عمرؓ کی کفایت امور پر پورا وثوق تھا۔ اسی لیے کسی شخص کو بیعتِ عمرؓ کے خلاف آواز اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ اگرچہ یہ انتخاب قاعدۂ شوریٰ پر مبنی نہ تھا مگر باں ہمہ عمرؓ نے فرائضِ خلافت کو اس خوبی اور عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا کہ تاریخ اقوام میں کوئی شخص حضرت عمرؓ کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ مابعد کی اسلامی حکومتوں کے لیے خلافتِ صدّیقؓ اور خلافتِ عمرؓ بطور نمونہ اور ضرب المثل کے تسلیم کی گئیں۔

خلیفۂ ثانی ایک یہودی فیروز نامی کے ہاتھوں شہید ہوئے زخمی ہونے کے بعد تین روز تک زندہ رہے اس عرصہ میں آپ نے اپنی تمام توجہ مسئلۂ خلافت کی طرف مبذول کر دی۔ آخر مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ اور اپنی دس سالہ خلافت کے تجربہ کی بنا پر فرمایا کہ:۔

"علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ اور سعدؓ بن وقاص کے علاوہ اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہے ۲؎

اپنے بیٹے عبداللہؓ کے متعلق صاف کہدیا کہ:۔

"اسے مجلسِ شوریٰ میں شامل کر لیا جائے لیکن اسے خلیفہ منتخب نہ کیا جائے۔"

حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے تو خلافت قبول کر لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر باقی پانچ حضرات نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو انتخابِ خلیفہ کا حق تفویض کر دیا۔ وہ ابھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ

۲؎ یہ بیعت رضوان کی بزم مشاورت کے دس متقدر صحابہ میں سے وہ چھ اشخاص ہیں جو اس وقت زندہ و سلامت تھے۔

عمار بولے:۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو تو علیؓ سے بیعت کی جائے۔"

قریش کی جماعت حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا نہیں چاہتی تھی چنانچہ عبداللہؓ بن ابی سرح نے مشورہ دیا کہ:۔

" اگر آپ چاہتے ہیں کہ قریش کی جماعت میں اختلاف پیدا نہ ہو تو عثمانؓ سے بیعت کریں"

عبداللہؓ بن ربیعہ نے تصدیق کی۔ طبری راوی ہے کہ:۔

"اس کے بعد عمارؓ اور عبداللہؓ بن سرح کے درمیان سخت جھگڑا ہوا۔ یہ صورت حال دیکھ کر بنو ہاشم (جانبدرانِ علی) اور بنی امیہ (جانبدرانِ عثمان) میں بھی چپقلش شروع ہو گئی۔"

حضرت عثمانؓ کا انتخاب

طبری لکھتا ہے کہ:۔

"عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ اور پہلے دو خلیفوں کی روش پر چلیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا۔ پھر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان سے بھی یہی باتیں کیں اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت علیؓ نے دیا تھا۔ جب عثمانؓ جواب دے چکے تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ان سے بیعت کر لی۔ یہ کیفیت دیکھ کر علیؓ کہنے لگے کہ آپ لوگوں کا ہم سے ایسا سلوک کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ یعنی یہ کارروائی مبنی بر انصاف نہیں فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون اور سمجھا آپ نے عثمانؓ کو صرف اس لیے منتخب کیا ہے کہ بالآخر آپ خلیفہ بن جائیں واللہ کل یوم ھو فی شان (اشارہ ہے کہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ دیکھیں آئندہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟) اس پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس معاملہ میں تمام اہلِ مشورہ سے مشورہ کیا ہے اور سب لوگ اس پر متفق ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے:۔ سیبلغ الکتاب اجلہ یعنی امر مقدمہ عنقریب اپنی غایت کو پہنچ کر رہے گا (اس جملہ میں بھی ایک گونہ اشارہ ہے آئندہ حوادث کی طرف)۔"

مذکورہ بالا واقعات کو طبری نے قلم بند کر کے ایک روایت لکھی ہے جو معنی کی رو سے اس روایت پر منطبق

ہوتی ہے لکھتے ہیں کہ:۔

" جب عبدالرحمٰن بن عوف بیعتِ عثمانؓ سے فارغ ہو چکے تو لوگ کثیر تعداد میں حضرت عثمانؓ سے بیعت کرنے لگے۔ ابھی حضرت علیؓ بیعت کے لیے آگے نہیں بڑھے تھے کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے فرمانِ خداوندی سنایا۔ وَ مَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا یہ سن کر حضرت علیؓ صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور بیعت کرلی اور زبان سے یوں کہا۔ خدعة و ایما خدعة یعنی دہوکا اور پورا دھوکا"

اس واقعہ کو علامہ جار اللہ زمخشری "الموافقہ بین اہل البیعت والصحابہ" میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔

" حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بہت دیر تک کچھ باتیں کیں اور دریافت کیا۔ اے علیؓ! کیا تم حضورؐ کے عہد و پیمان کے ساتھ کتاب و سنت پر مجھ سے بیعت کر دگے۔ حضرت علی نے کہا اپنی طاقت کے بقدر۔ اور حضرت عثمانؓ نے کہا اے ابو محمد (کنیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان کے ساتھ تم سے بیعت کرتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تین مرتبہ دریافت کیا۔ تینوں مرتبہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ نے یہی جواب دیئے۔ اس کے بعد سب چلے گئے۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ لوگو! تمہیں وہ کام معلوم ہے جو تم نے میرے حوالہ کیا ہے اور جس میں تم نے میری اطاعت کا عہد کیا ہے۔ چاہیے میں اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر خود اپنے ہی سے بیعت کر لوں اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف پھر دوسرے لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کرلی۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ ٹھہر گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا۔ اے علیؓ! تم دھوکے میں آگئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کیسا دھوکا حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اپنے لیے اعتماد اور پختگی چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اعتماد ظاہر کر دیا اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جس کو محکم اور مضبوط پایا قبول کر لیا اور ایک ہی بات کو تین مرتبہ تین طریق سے بیان کیا"[1]

مذکورہ بالا بیانات سے یہی پایا جاتا ہے کہ انتخاب عثمان میں حضرت علیؓ کے حق میں انصاف نہیں ہوا۔

---

[1] ترجمہ الموافقہ بین اہل البیعت والصحابہ مصنفہ علامہ جار اللہ زمخشری ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی ۱۹۵۶ء

اس میں بھی شبہ نہیں کہ قریش حضرت علیؓ کے انتخاب کو پسند نہیں کرتے تھے مگر ایک محقق مورخ جو واقعات کو اسباب ونتائج کے بغیر دیکھنا پسند نہیں کرتا خوب سمجھتا ہے کہ حالات حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے ہی متقاضی تھے اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں وہ ناشدنی معاملات پیش آئے جس سے اسلام کی اجتماعی طاقت ہمیشہ کے لیے کمزور ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں حالتِ اجتماعیہ

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اہل عرب کے قبائل مختلفہ میں کسی قدر اتحادی اور اجتماعی صورت پیدا ہو گئی تھی اور باوجودیکہ فارس وروم کے گراں قدر خزانے مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے تھے۔ پھر بھی لوگوں نے اقتصاد واعتدال کے دائرہ سے قدم باہر نہیں رکھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے انہیں ایام فتح وحرب میں لوگوں کو آرام طلبی اور عیش پسندی کی طرف مائل ہونے نہیں دیا تھا۔ وہ ہمیشہ انہیں جہاد میں مصروف رکھتے تھے اور حکومت اور زراعت کیطرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیا کرتے تھے مگر جب خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں اسلامی فتوحات مکمل ہو گئیں اور آرام طلبی زیادہ آ گئی تو لوگ سیاست میں حصہ لینے لگے۔ نیز عجمی اقوام سے روابط قائم ہوئے جو ظاہری زینت اور تعیش میں بہت مشہور تھیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جب عرب شتربانی سے حکمرانی اور مرزبانی کے رتبہ تک ترقی کر گئے تو انہیں اپنی ہمسایہ مالدار قوم کے نقش قدم پر چلنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے ممالک مفتوحہ میں بڑے بڑے علاقے حاصل کر کے اپنی اپنی ریاستیں قائم کر لیں مؤرخ بلاذری لکھتا ہے کہ:

"خلیفہ عثمان نے معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو شام اور جزیرہ کا عامل کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ اہل عرب کو شہروں اور قصبوں سے دور بساؤ اور ایسی زمینوں کو کاشت کرنے کا حکم دیا جو پہلے زیر کاشت نہ ہوں اور نہ کسی کی ملکیت ہوں۔ چنانچہ معاویہؓ نے مختلف قبائل کے لوگوں کو ایسی ہی جگہ میں بسایا اور شہروں اور قصبوں میں ان لوگوں کو آباد کیا جو وہاں کے اہل تھے اور انہیں عاملوں کی زیر نگرانی رکھا۔ اس وقت سے اہل عرب نے تجارت میں خوب ترقی کر کے مال و دولت حاصل کیا۔ چونکہ عثمانؓ خود مالدار اور صاحب ثروت آدمی تھے اور طبعاً توسیع مصارف کی طرف میلان رکھتے تھے، اور عام طور پر ہر شخص کو ——— مرفہ الحال دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے نہ صرف عوام بلکہ خواص صحابہ کو بھی بذل اسراف میں توسیع کا خیال پیدا ہو گیا چنانچہ لوگوں نے قدم بقدم

آپ کی پیروی کی۔ آپ نے مدینہ میں عالیشان عمارتیں بنوائیں۔ مسجد نبوی کی بھی توسیع کی اور تجارت سے اپنی ذاتی املاک میں باغات کنویں اراضی اور مکانات کا اضافہ کیا۔ چونکہ اہلِ عرب ایسے وسیع اور قیمتی املاک کے عادی نہ تھے۔ اس لیے جب ممالک دور دراز سے نقود زر وسیم اور اشیاء نفیسہ ان کے ہاتھ آئے تو ان پر بھی اظہار شان وشوکت نے تسلط کیا۔

مسعودی لکھتا ہے کہ:۔

"بہت سے اکابر نے بڑے بڑے وسیع املاک اپنے بعد چھوڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت امیر ہو گئے تھے"

محب طبری لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمان اس زمانہ میں نہایت مالدار ہو گئے تھے اور ان کے اخلاق وعادات شرعی حدود سے باہر نہ تھے اور خلفاء کے زیر حکومت اطاعت اسلام میں مستقل تھے۔ کثرتِ مال کے ساتھ آبادی بڑھ گئی تھی۔ تجارت خوب چمکی۔ اشیاء اسقدر گراں قیمت گئیں کہ لونڈی وغیرہ سیم وزر کے ساتھ بکنے لگیں۔ گھوڑے کی قیمت ۲۵ ہزار درہم تک پہنچ گئی اور خرما کا درخت ایک ہزار درہم کو فروخت ہونے لگا" [1]

اہل اسلام اس مرفہ الحال میں سیاسی اور تمدنی ترقیات کر رہے تھے کہ یکایک فتنہ خوابیدہ نے آنکھ کھولی اور انہیں آئندہ ترقیات سے روک دیا۔

سیاسی انقلاب اور اس کی وجوہات

جملہ مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کا بیشتر حصہ امن وامان اور ہر دلعزیزی کے ساتھ بسر کیا۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ:۔

"آپ بارہ سال خلیفہ رہے۔ ان میں سے ابتدائی چھ سال نہایت امن وامان سے گزرے لیکن آخری چھ سال اضطراب اور بدامنی کی نذر ہو گئے۔

مبادی فتنہ

پیام شاہجہان پوری اپنی تصنیف "عائشہ اور خلافت علی" میں اسباب فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"دراصل یہ ایک عظیم سازش تھی جو بعض محروم الاقتدار افراد کچھ سزا یافتہ مجرموں اور ایک

---

[1] کتاب الریاض النضرہ مصنفہ محب طبری مطبوعہ مصر

مسلمان نما یہودی نے پایہ تکمیل تک پہنچائی تھی۔ اس میں ایک ایسا شخص بھی شامل تھا جو حضرت عثمانؓ کا پروردہ تھا اور چاہتا تھا کہ اسے کسی صوبے کا گورنر بنا دیا جائے مگر حضرت عثمان نے اخلاق و عادات میں بعض قابل اعتراض باتیں دیکھ کر اس کی خواہش پوری نہ کی۔ اس شخص کا نام محمد بن ابی حذیفہ تھا۔ حضرت عثمان سے قرابت قریبہ ہونے کی وجہ سے اسے عوام میں بڑا رسوخ ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس رسوخ سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اس سازش کا ایک بڑا رکن محمد بن ابوبکر بھی تھا جو ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بھائی تھا اور حضرت علیؓ کا پروردہ تھا۔"

مؤرخ ابن جریر طبری نے اس فتنہ عظیم کو یوں قلم بند کیا ہے کہ:۔

عثمانؓ چونکہ نہایت ہی نرم مزاج تھے اس لیے لوگوں نے اس امر کو آپ کی کمزوری پر محمول کر کے حرص و طمع پر کمر باندھ لی۔ علاوہ ازیں بنی امیہ کے زیادہ اقتدار پا جانے سے لوگ اور بھی برافروختہ ہونے لگے چنانچہ مذکورہ بالا فتنہ کا آغاز یوں ہوا کہ ایک دفعہ صدقہ کے اونٹ لائے گئے جن میں سے ایک اونٹ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم بن ابوالعاص اموی کے کسی بیٹے کو بطور عطیہ بخش دیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے بلا اطلاع حضرت عثمانؓ اونٹ مذکورہ واپس لے لیا اور لوگوں میں دیگر اونٹوں کے ساتھ ملا کر تقسیم کر دیا۔ یہی امر فتنہ کا مبدأ قرار پایا۔

چنانچہ اطراف ملک میں سب سے پہلے محمد بن ابو حذیفہ اور محمد بن ابوبکر نے خلیفہ کے برخلاف نکتہ چینیاں کیں اور کہا کہ خلیفہ نے حضرت شیخین کے طریق کی مخالفت کی ہے اور عبداللہ بن سعد کو عامل مصر مقرر کیا ہے جس کا خون نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کر دیا تھا اور جس کے کفر پر قرآن مجید میں حکم آ چکا ہے۔ حضرت عثمانؓ پر یہ بھی اعتراض کیا گیا کہ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کو عمل سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد اور سعید بن عاص جیسے لوگوں کو ان کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اس فتنہ کا بیج ابتداء میں بلادِ اسلامیہ کے بڑے بڑے مقامات شلاً مصر، کوفہ اور بصرہ میں بویا گیا۔"

عبداللہ بن سبا کا فتنہ

اندرونی فسادات کے سلسلہ میں خطرناک اور عالمگیر فتنہ عبداللہ بن سبا کی منافقانہ تحریک تھی جس کا

لہ عائشہ اور خلافت علی مصنفہ پیام شاہجہانپوری ص ۴۳ (مطبوعہ لاہور نومبر ۱۹۶۳)

ایک پہلو سیاسی تھا اور دوسرا مذہبی۔ سیاسی پہلو یہ تھا کہ عمال سلطنت کو ان کی فرضی بداعمالیوں کے لیے بدنام کرکے دوسروں کے لیے جگہیں ہموار کی جائیں۔ مذہبی پہلو کا نصب العین بنی ہاشم کی افضلیت کا ثابت کرنا اور اس کے نتیجہ کے طور پر غیر ہاشمیوں کے اقتدار کو غاصبانہ اور ناجائز قرار دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے کسی قریب ترین رکن کو خلیفۃ الرسول بنانا تھا۔ چنانچہ صوبائی عاملوں کے خلاف جگہ جگہ مظاہرے کیے گئے اور ان کی معزولیاں عمل میں لائی گئیں۔ سب سے پہلے کوفہ کے والی ولید بن عقبہ باغیانہ مظاہروں کی وجہ سے معزول ہوئے۔

واضح رہے کہ عبد اللہ بن سبا قبیلہ حمیر کا ایک یہودی تھا جو حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اسلام لایا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہو کر ان میں انتشار پیدا کرے۔ چنانچہ اس نے اعلان کیا کہ:-

"خلافت حسب وصیت حضور علیہ السلام صرف علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے"۔

اس اعلان کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ حضرت عثمان کو خلافت سے علیحدہ کیا جائے۔ اس کے مقصد کا مذہبی پہلو یہ تھا کہ لوگوں کو اس بات کا قائل کیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح حضور سرور کائنات دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے ———— اس نے پہلے بصرہ میں پھر مصر میں یوں دعوت کرنا شروع کی کہ:-

"مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو مسیح علیہ السلام کی رجعت کے قائل ہیں اور نبی علیہ السلام کی رجعت کا انکار کرتے ہیں"۔

مصر میں اس کے ہم خیال لوگوں میں سے خالد بن معجم، کنانہ بن بشر اور سودان بن حمران بہت مشہور رہیں پھر اس نے کہا کہ:-

"ہر نبی کے لیے ایک وصی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر علیہ السلام کے وصی علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو پیغمبر خدا کی وصیت کو نافذ نہ کرے اور وصی کا مقابلہ کرے چونکہ عثمان بلا استحقاق خلیفہ ہیں اس لیے انہیں خلافت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے"۔

ابن سبا کی یہ دعوت اہل مصر تک ہی محدود نہ رہی بلکہ اطراف ممالک میں پھیل گئی۔ اس طرح لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی جس کا مقصد واحد حضرت عثمان کو خلافت سے معزول کرنا تھا اور ان کی جگہ حضرت علی کو مسند خلافت پر متمکن کرنا تھا۔